کامل راہ

مَیں کیوں المسیح کا پیروکار ہو گیا

سلطان محمد پال

کامل راہ

مَیں کیوں المسیح کا پیروکار ہو گیا

سلطان محمد پال

kāmil rāh. maiṅ kyoṅ al-masīḥ kā pairokār ho gayā.

The Perfect Way. Why I Became a Follower of al-Masih

by Sultan Muhammad Paul
(Urdu—Persian script)

© 2018 Chashma Media
published and printed by
Good Word, New Delhi

Bible quotations are from UGV.

for enquiries or to request more copies:
askandanswer786@gmail.com

ایک گزارش

اِس رسالے کو پڑھتے وقت تین باتوں کا خیال رکھیں:

- روحانی طور پر انسان کو کس چیز کی ضرورت ہے؟
- کون سا مذہب یہ چیز مہیا کرتا ہے؟
- کتابِ مقدّس کو کس طرح پڑھنا مناسب ہے؟

(سلطان)

میرا وطن

میرا وطن جس پر مجھے بہت فخر ہے افغانستان ہے۔ میرے والد مرحوم بَرَکی راجان کے رہنے والے تھے جو کہ کابل سے بیس پچیس کوس جنوب میں واقع ہے۔ مَیں 1884ء میں پیدا ہوا۔

میرے والد کا نام پایندہ خان تھا۔ فوجی عہدے کے اعتبار سے کرنیل تھے۔ اُن کا خطاب بہادر خان تھا۔ اُن کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی میرے والد کے قریبی رشتے داروں میں سے تھیں۔ اُن سے تین لڑکیوں کے سوا کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا۔ تب اُن کی سید محمود آقا کی لڑکی سے شادی ہوئی تاکہ نسل ختم نہ ہو جائے۔ نئی بیوی دولت اور بزرگی کے لحاظ سے کابل کے چند مشہور لوگوں میں سے تھے۔ اُن سے مَیں اور میرا چھوٹا بھائی تاج محمد خاں پیدا ہوئے۔

ایک دن امیر عبد الرحمان خاں روس سے آ کر کابل کے تخت پر بیٹھ گئے۔ کچھ عرصے کے بعد اُنھوں نے ایک ہی خاندان کے چھ بزرگوں کو جو ملک کے مضبوط رُکن تھے قتل کروایا۔ اِن میں میرے والد بھی شامل تھے۔

ایک اَور آفت یہ آئی کہ میرے دو ماموں جو کہ قندھار میں تھے گرفتار ہو کر کابل بھیج دیئے گئے۔ امیر عبد الرحمان خان نے میرے دو قیدی ماموؤں کو

ہندوستان کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اِس کے کچھ عرصے کے بعد میرے تیسرے ماموں بھی اپنی والدہ اور ملازمین کے ساتھ ہندوستان میں آ گئے۔ لیکن باقی کُل عزیز کابل ہی میں رہے۔

ہندوستان آنے کے بعد میرے ماموں حسن ابدال ضلع اٹک میں جا بسے۔ لیکن چند سال کے بعد ہمارے کُل خاندان کو کابل واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ سو سوائے میرے اور میرے تین ماموؤں کے سب کے سب اپنے ملک واپس چلے گئے۔

ماموؤں سے جدائی

کچھ عرصے بعد مَیں اپنے ماموؤں کے گھر کو خیرباد کہہ کر پشاور گیا۔ وہاں مَیں نے امیر عبد الرحمان کو ایک خط بھیجا کہ مجھے کابل آنے کی اجازت دی جائے۔ امیر نے جواب دیا کہ بغیر ضمانت دیئے تم نہیں آ سکتے۔ تب مَیں نے یارقند کے راستے سے بخارا جانے کا فیصلہ کیا۔ وجہ یہ تھی کہ میرے بہنوئی کابل سے بھاگ کر بخارا میں رہنے لگے تھے۔

جب مَیں کشمیر پہنچا تو سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا اور سفر خطرناک ہو گیا تھا۔ اب وہاں سے ہندوستان کا رُخ کرنا پڑا۔

عیسائیوں کے ساتھ میرا پہلا مباحثہ

دہلی پہنچ کر مَیں مدرسے فتح پوری میں عربی سیکھنے کے لئے داخل ہوا۔

اُن ہی دنوں میں ایک روز مَیں اپنے چند دوستوں کے ساتھ چاندنی چوک کی سیر کرکے مدرسے کی طرف واپس آ رہا تھا کہ مدرسے سے کچھ فاصلے پر بہت بِھیڑ لگی دیکھی۔ بِھیڑ کو دیکھ کر ہم بھی اُدھر روانہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کے ایک مناد اور ہمارے مدرسے کے ایک طالب علم کے درمیان تثلیث پر بحث ہو رہی ہے۔ مُناد قرآن شریف کا حوالہ پیش کر رہا تھا کہ

> وَنَحنُ أَقرَبُ إِلَيهِ مِن حَبلِ الوَرِيدِ
>
> ہم اس (انسان) سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں (سورہ ق 16)

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اگر خدا واحد مطلق ہوتا تو "ہم" نہ کہتا بلکہ "مَیں۔" طالب علم کچھ بے معنی سا جواب دے رہا تھا۔ میرے دوستوں نے مجھے جواب دینے کا اشارہ کیا۔ آگے بڑھ کر مَیں نے کہا کہ "ہم" اِس مقام پر صرف تعظیماً استعمال ہوا ہے۔

میری زندگی میں عیسائیوں کے ساتھ بحث کرنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اُسی دن سے میرے دل میں اُن سے مباحثہ کرنے کا اِس قدر شوق پیدا ہوا جس کا بیان نہیں کرسکتا۔ یہ صرف شوق ہی شوق نہ تھا بلکہ مذہبی غیرت اِس کے پیچھے تھی۔ اُس وقت سے مَیں اُن مشہور کتابوں کو جو عیسائیوں کے رد میں لکھی گئی ہیں جمع کرنے لگا۔ مثلاً مولوی رحمت اللہ صاحب کی اظہار الحق اور اعجازِ عیسوی جو اِس فن میں سب سے زیادہ مشہور کتابیں ہیں۔

مجھے کتاب مقدّس دی جاتی ہے

ایک دن ایک انگریز پادری نے جو کہ منادوں کے ساتھ آیا کرتے تھے مجھے اپنا وِزٹنگ کارڈ دے کر اپنے بنگلے پر آنے کی دعوت دی ۔ اُس نے مجھے اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لانے کی اجازت دی۔ چنانچہ مَیں اپنے دو تین دوستوں کو ساتھ لے کر اُن کے بنگلے پر گیا۔ پادری نہایت تپاک کے ساتھ پیش آئے۔ چائے پیتے وقت ایک دل چسپ مذہبی گفتگو چھڑ گئی۔ پادری نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا، ”کیا آپ کتابِ مقدّس پڑھتے ہیں؟“

مَیں نے کہا، ”مَیں کتابِ مقدّس کو پڑھ کر کیا کروں گا؟ ایسی محرف کتاب کو کون پڑھے گا جس کو آپ لوگ ہر سال بدلتے رہتے ہیں؟“

میرے اِس جواب پر پادری صاحب کے چہرے سے افسوس کے آثار ظاہر ہوئے۔ وہ ایک چوری چھپے مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگے، "کیا ہم عیسائی لوگ سب کے سب بے ایمان ہیں یا خدا سے نہیں ڈرتے جو خدا کے پاک کلام میں تبدیلی کرتے اور دُنیا کو دھوکا دیتے ہیں؟ جب مسلمان یہ کہتے ہیں کہ عیسائی تورات و انجیل میں تحریف کرتے ہیں تو اِس کا یہ مطلب ہے کہ کُل عیسائی بے ایمان اور لوگوں کو گم راہ کرنے والے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ پاک کلام محرف ہے سراسر غلط اور باطل ہے۔ اِس قسم کا دعویٰ اُن مسلمانوں کا ہے جو کتابِ مقدّس اور عیسائیوں کے ایمان سے ناواقف ہیں۔"

یہ کہہ کر پادری صاحب نے مجھے کتابِ مقدّس کی دو جِلدیں دیں، ایک فارسی اور دوسری عربی زبان میں۔ ساتھ ساتھ اُنہوں نے تاکیداً کہا کہ آپ اِن کو ضرور پڑھیں۔ اُن کا شکریہ ادا کر کے ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔

میرا کتابِ مقدّس پڑھنے کا طریقہ

مَیں اِس نیّت سے کتابِ مقدّس کو پڑھنے لگا کہ عیسائیوں اور کتابِ مقدّس پر نکتہ چینی کر سکوں۔ مَیں کتابِ مقدّس کو سلسلہ وار نہیں پڑھتا تھا بلکہ صرف اُن ہی حوالجات کو جو مسلمان اپنی اپنی کتابوں میں دیتے تھے۔

بمبئی کے مدرسہ ذکریا میں داخلہ

دہلی میں عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کا معرکہ گرم رہا۔ پھر مَیں بمبئی گیا۔ اِن ہی دنوں میں ایک زبردست عالم مدرسہ ذکریا میں مقرر ہوئے۔ اُن کا نام مولوی عبد الواحد تھا۔ وہ افغانستان کے صوبے جلال آباد کے رہنے والے تھے۔ یہ سن کر مَیں مدرسہ ذکریا میں داخل ہو کر اُن سے منطق اور فلسفے کی کتابیں پڑھنے لگا۔ وہ باپ کی سی شفقت بھری نظر مجھ پر رکھتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے کمرے کے پاس ہی مجھے ایک کمرا دیا تاکہ مَیں ہر وقت اُن سے مدد لے سکوں۔

عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ

ایک دن مَیں اور مدرسے کے چند طالب علم سَیر کرتے کرتے دھوبی تالاب پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چند عیسائی مُناد وعظ کر رہے ہیں۔ اُن کو دیکھتے ہی میرا پُرانا زخم پھر تازہ ہو گیا اور دہلی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ مَیں آگے بڑھنے ہی کو تھا کہ ایک طالب علم مجھ سے کہنے لگا، "مولوی صاحب، جانے بھی دیجئے۔ اِن لوگوں سے بحث کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ یہ بے چارے مباحثہ کرنا نہیں جانتے۔ اِن کو اِسی بات کی تنخواہ ملتی ہے

سو اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اِس سے مباحثہ کرنے میں سوائے نقصان کے فائدہ کچھ بھی نہیں۔“

مَیں نے کہا، ”آپ نہیں جانتے، پر مَیں اِن لوگوں سے خوب واقف ہوں۔ اگرچہ یہ لوگ مباحثہ کرنا نہیں جانتے لیکن لوگوں کو گم راہ کرنے کے طریقے خوب جانتے ہیں۔ اِس لئے ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ اِن کے مکر اور فریب کے جال سے بُھولے بھٹکے مسلمانوں کو بچائے۔“

یہ کہہ کر مَیں آگے ہوا اور اعتراض پر اعتراض کرنا شروع کیا۔ اُس طرف سے بھی اعتراضوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ بہت دیر تک سلسلہ جاری رہا لیکن وقت نہ ہونے کے سبب اُس روز بحث بند ہوگئی۔

مدرسے کے طلبا میں اِس بات کا خوب چرچا ہوا اور اُن میں بھی مباحثے کا شوق پیدا ہونے لگا۔ ہم ہفتے میں دو بار بلاناغہ مباحثے کے لئے آیا کرتے تھے۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ ہم بلاناغہ مباحثے کے لئے آ رہے ہیں تو چرچ مشن کے دو صاحبان نے ہمیں اپنے بنگلے میں آنے کی دعوت دی۔ گفتگو کے دوران کہنے لگے، ”دھوبی تالاب بہت دُور ہے اور آنے جانے میں آپ لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہو گی۔ اگر آپ سچ مُچ تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو ہم

آپ لوگوں کے قریب ایک کُتب خانہ کھول دیں گے جس میں ہفتے میں ایک بار شام سے لے کر جب تک آپ چاہیں مذہبی باتوں پر بحث کریں۔“

مَیں نے شکریہ کے ساتھ اُن کی اِس رائے کو منظور کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے پاؤ دھونی میں جو ہمارے مدرسے کے بہت ہی قریب تھی ایک کُتب خانہ کھول دیا، اور ہم مقررہ وقت پر پہنچا کرتے تھے۔

عیسائیوں کے خلاف نیا ادارہ

مَیں نے دیکھا کہ ہمارے مدرسے کے طالب علم اور باہر کے جاننے والے عیسائی مذہب سے ناواقف ہیں۔ ساتھ ساتھ اُنہیں تقریر کرنے کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ تب مَیں نے ایک علیٰحدہ مکان کرائے پر لے کر ایک انجمن بنام ندوۃ المتکلمین جاری کی۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کے مخالفوں اور خاص کر عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔

اُستاد کا مجھ پر ناراض ہونا

جب میرے اُستاد نے یہ دیکھا کہ مَیں بحث مباحثے میں دن رات مصروف ہوں اور سوائے اِس کے اَور کچھ فکر ہی نہیں تو ایک رات نماز کے بعد میرے

کمرے میں تشریف لائے۔ مَیں اُس وقت انجیل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ پوچھنے لگے، "تمہارے ہاتھ میں کونسی کتاب ہے؟"

مَیں نے جواب دیا، "یہ انجیل ہے۔"

یہ سن کر وہ ناراض ہو کر فرمانے لگے، "مجھے ڈر ہے کہ کہیں عیسائی نہ ہو جاؤ۔"

اِس جملے کو سن کر مَیں سخت بے تاب ہو گیا۔ اگرچہ مَیں ادب کے لحاظ سے کچھ کہنا نہ چاہتا تھا تو بھی میرے منہ سے نکل ہی گیا، "مَیں کس طرح عیسائی ہو جاؤں گا؟ کیا انجیل پڑھنے سے کوئی عیسائی ہو جاتا ہے؟ مَیں انجیل اِس لئے پڑھتا ہوں کہ عیسائیوں کی جڑ اُکھیڑ دوں نہ کہ خود عیسائی ہو جاؤں۔ مناسب تھا کہ آپ میری تعریف کرتے اور میرا دل بڑھاتے نہ کہ میرا دل توڑتے یا میرا حوصلہ پست کرتے۔"

تب اُنہوں نے کہا، "یہ مَیں نے اِس لئے کہا کہ مَیں نے سنا ہے کہ جو شخص انجیل پڑھتا ہے وہ عیسائی ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا جو ایک شاعر نے کہا ہے، 'جب تُو انجیل پڑھتا ہے تو مسلمانوں کا دل اسلام سے پھر جاتا ہے'۔"

مَیں نے کہا، "جو بھی کہا گیا ہے، غلط کہا گیا ہے۔"

خیر، مجھے کچھ مزید نصیحت کر کے مولوی صاحب اپنے کمرے کو واپس چلے گئے۔ کوئی پانچ چھ سال تک یہ دل چسپ اور روحانی جنگ جاری رہی ہو گی۔

مکّہ اور مدینہ کا پروگرام

ایک دن میرے دل میں یکایک حج کا شدید شوق اُبھر آیا۔ مَیں فوراً سارا انتظام کر کے جہاز پر سوار ہو کر جدّہ اور جدّہ سے مکّہ پہنچ گیا۔ جب حج کرنے کا دن آ پہنچا تو احرام باندھ کر عرفات گیا۔ عرفات کا دن عجیب دل چسپ نظارہ کا دن ہوتا ہے۔ امیر و غریب، شریف اور کمینہ سب کے سب ایک ہی سفید چادر اور تہہ بند میں لپٹے ہوئے ننگے سر اور ننگے پاؤں یوں معلوم ہوتے ہیں کہ قیامت کا دن ہے، کہ سب مُردے اپنے اپنے کفنوں سمیت قبروں سے اپنے اعمال کا حساب کتاب دینے کے لئے نکلے ہیں۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا، "اگر اسلام سچا مذہب نہیں ہے تو قیامت میں میری کیا حالت ہو گی؟" اُس وقت مَیں نے خدا سے دعا مانگی، "الٰہی، تُو اپنا سچا مذہب اور سچا راستہ مجھے بتا۔ اگر اسلام سچا مذہب ہے تو تُو مجھے اُس پر قائم رکھ اور مجھے یہ توفیق دے کہ اسلام کے

مخالفین کے منہ بندکرسکوں۔ اور اگر عیسائی مذہب سچا ہے تو تُو اُس کی سچائی مجھ پرظاہرکر۔ آمین۔"

واپسی اور انجمن ضیاء الاسلام

مدینہ کی مختصر زیارت کے بعد مَیں بمبئی واپس لَوٹ آیا۔ اُتنے میں ندوَۃ المتکلّمین بند ہوگیا تھا۔ اِس لئے واپس آ کرسب سے پہلا کام جو مَیں نے کیا یہ تھا کہ ندوَۃ المتکلمین کےعوض ایک اَور انجمن بنام ضیاء الاسلام جاری کی۔ اِس انجمن کا سرمَیں تھا۔ اُس کا ایک قانون یہ تھا کہ ہفتے میں ایک بار اسلام کے مخالفوں میں سے ایک آدمی آ کر اسلام کے خلاف لیکچر دے۔ پھر ہم میں سے کوئی اُس کا جواب دے۔

عیسائیوں کی طرف سےمنشی منصور جو قریب رہتے تھے بلاناغہ آ کر اسلام کے خلاف لیکچر دیتے تھے۔ اِسی طرح آریوں کی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی صاحب تشریف لاتے تھے۔

منشی منصور سے میرا مباحثہ

ایک روز منشی منصور نے ہماری انجمن میں اِس موضوع پر کہ "اسلام میں نجات نہیں ہے" ایک زبردست لیکچر دیا۔ انجمن کے لوگوں نے مجھے کہا کہ مَیں اُن کا جواب دوں۔ مَیں جواب دینے کے لئے کھڑا ہوا اور اپنے علم کے زور سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ اسلام میں پوری اور کامل نجات ہے۔ لیکن مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگرچہ سننے والوں نے میرے لیکچر کی تعریف اور چاروں طرف سے واہ واہ ہونے لگی، لیکن خود مجھے میرے دلائل سے اطمینان نہ تھا۔ مَیں لیکچر کے دوران اپنی کم زوری کو خود محسوس کر رہا تھا۔ اگرچہ میری آواز کے سامنے منصور صاحب کی آواز دھیمی ہوگئی تھی لیکن میرے دل میں اُن کی آواز اِس زور شور سے گونج رہی تھی جس کا بیان مَیں نہیں کرسکتا۔

نجات مگر کیسے؟

مَیں دوبارہ قرآن شریف اور احادیث کی تحقیق کرنے لگا۔ اِن میں نجات کی تلاش کرنے سے پہلے مَیں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر دعا کی،

”الٰہی! تُو جانتا ہے کہ مَیں مسلمان ہوں اور مسلمان پیدا ہوا۔ میرے آبا و اجداد سینکڑوں پُشت سے اِسی مذہب میں پیدا ہوئے اور اِسی میں فوت ہوئے۔ اِسی میں مَیں نے تعلیم و تربیت پائی۔ اور اِسی میں میری پرورش ہوئی۔ چنانچہ تُو اُن تمام باتوں کو جو تیری سچی راہ کی تحقیق کرنے سے مجھے روکتی ہیں مجھ سے دُور کر۔ تُو اپنی نجات کا راستہ مجھے بتا تاکہ جب مَیں اِس فانی دنیا سے چل بسوں تو تیرے آگے ملامت کے قابل نہ ٹھہروں۔ آمین۔“

قرآن شریف کی جو بات مجھے پہلے بھی معلوم تھی اُس کی دوبارہ تصدیق ہوئی یعنی یہ کہ نجات صرف اور صرف اچھا کام کرنے سے مل سکتی ہے،

> فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (سورہ الزلزلہ 6، 7)

یعنی جو ذرہ بھر اچھا کام کرے گا وہ اِس کا اجر پائے گا، اور جو ذرہ بھر بُرا کام کرے گا وہ اِس کی سزا پائے گا۔

اِس قسم کی آیات سرسری نظر سے تسلّی بخش معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اِن کو پڑھ کر مجھ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ”کیا یہ ممکن ہے کہ ہم نیکی ہی نیکی کریں اور کسی قسم کی بدی ہم سے سرزد نہ ہو؟ کیا انسان میں ایسی طاقت ہے؟“ جب گہری

نظر سے اِس سوال پر غور کیا اور ساتھ ہی انسانی طاقت اور جذبات کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ انسان کے لئے سراسر معصوم رہنا ناممکن ہے۔

میرے دل میں یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو انسان ہیں۔ جہاں قرآن شریف میں دیگر انبیا کے گناہ کا ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گناہ کا ذکر کیوں نہیں ہوا ؟

چونکہ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معصومیت کے سوا اَور کسی بات کا ذکر نہ ملا اِس لئے مَیں نے انجیل شریف کی طرف رجوع کیا اور ذیل کی آیات مل گئیں،

> کیا تم میں سے کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے ؟ (یوحنا 46:8)

> اور وہ ایسا امامِ اعظم نہیں ہے جو ہماری کمزوریوں کو دیکھ کر ہمدردی نہ دکھائے بلکہ اگرچہ وہ بے گناہ رہا توبھی ہماری طرح اُسے ہر قسم کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ (عبرانیوں 15:4)

کافی اور شافی دلائل سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ کے سوا انسان حقیقت میں گناہ گار ہے۔ چنانچہ مَیں کون اور میری حقیقت کیا جو یہ کہہ سکوں کہ نیک اعمال

سے نجات پا سکتا ہوں جبکہ دین کے بڑے بڑے مُصلِحان، بڑے بڑے فیلسوف، بڑے بڑے متّقی اِس میدان میں دوڑ کر ہار گئے؟

قرآن کی رُو سے کوئی نجات نہیں پا سکتا

اُن تمام آیات میں سے، جو اِس بات پر زور دیتی ہیں مَیں دو آیتیں یہاں پیش کرتا ہوں جو یہ بتاتی ہیں کہ کوئی بھی نجات نہیں پا سکتا چاہے وہ کیسی حیثیت اور درجے کا کیوں نہ ہو،

> وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّنَذَرُ ٱلظَّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا۔ (سورة مريم 72–73)

یعنی تم میں سے ہر شخص اُس (دوزخ) میں جانے والا ہے۔ یہ خدا کا ایسا پکا وعدہ ہے جو ہو کر رہے گا۔ اور ہم متّقیوں کو بچالیں گے، اور ظالموں کو اُس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

اِس آیت کے پڑھنے سے جس قدر خوف، دہشت اور مایوسی مجھ پر طاری ہوئی مَیں ہی جانتا ہوں اور میرا دل جانتا ہے۔ مَیں ایک روحانی مریض تھا اور

قرآن شریف کو اِس نیّت سے پڑھتا تھا کہ وہ روحانی ڈاکٹر کی حیثیت سے میری گناہ آلودہ فطرت کا علاج بتائے گا۔ لیکن علاج بتانے کے بجائے مجھے صاف صاف سنایا کہ "تم میں سے ہر ایک جہنّم میں جائے گا، کیونکہ تیرا رب اِس کا پکّا فیصلہ کر چکا ہے۔"

آنخضرت کی زبانی آیت کی تفسیر

لیکن جو محبت اور اُلفت مجھے اسلام کے ساتھ تھی اُس نے مجھے ذاتی فیصلہ کرنے اور جلدی سے کام لینے سے روک دیا۔ مَیں نے مناسب سمجھا کہ احادیث میں اِس آیت کی تفسیر تلاش کر کے دیکھوں کہ خود آنخضرت اِس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ تلاش کرتے کرتے مجھے ذیل کی حدیث مشکوٰۃ میں مل گئی،

> ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنخضرت صلعم نے فرمایا کہ سب لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے، پھر اپنے اعمال کے باعث اُس سے نکلیں گے۔ اُن کے پہلے بجلی کی چمک کی طرح جلدی نکلیں گے۔ پھر ہوا کی طرح۔ پھر گھوڑے کی دوڑ کی طرح۔

> پھر سوار کی طرح۔ پھر انسان کی دوڑ کی طرح۔ پھر انسان کے پیدل چلنے کی طرح۔ [a]

اب اِس آیت کا مطلب صاف ہو گیا کہ تمام انسان کا ایک بار جہنم میں جانا لازمی ہے۔ پھر لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اِس سے نکلتے رہیں گے۔ قرآن شریف کا مطلب صاف ہو گیا اور خود آنخضرت نے بھی اِس کی تصدیق کی۔ اگر مَیں چاہتا تو اُسی وقت اپنی تحقیقات کو بند کرتا۔ لیکن مَیں نے یہ نہیں کیا بلکہ یہ بہتر سمجھا کہ قرآن شریف کی مذکور آیت کی تفسیر خود قرآن ہی سے تلاش کروں۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے مجھے یہ آیت مل گئی،

> وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ

[a] وعن ابن مسعود قال رسول اللہ صلعم یرد الناس النار ثم یصدرون منھا با عمالھم فاولھم کلمہ البرق ثم کالریح ثم کحضر الفرس ثم کالراکب فی رحلہ ثم کشد الرجل ثم کمشیہ۔

اِس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن فی الحوض و الشفاعت، صفحہ 494، مطبوعہ مجتبائی، دہلی۔

> مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔
> (سورۃ ہود 119–120)

یعنی اگر تیرا ربّ چاہتا تو لوگوں کو ایک ہی اُمّت بنا دیتا۔ مگر وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ سوائے اُس کے جس پر تیرا ربّ رحم کرے اور اِسی خاطر اُس نے اُنہیں پیدا کیا تھا۔ اور تیرے ربّ کی یہ بات بھی پوری ہوئی کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور عوام الناس سب سے بھر دوں گا۔[a]

اِس آیت کو پڑھ کر میرے دل کو ایسا صدمہ پہنچا کہ قرآن شریف کو آہستہ سے بند کر دیا اور اُسی جگہ رکھ کر خیالوں میں غرق ہو گیا۔ خواب میں بھی چین نہ ملا، کیونکہ یہ خیالات نیند میں بھی مجھے چھیڑ رہے تھے۔ میرا دل بہت ہی مضطرب اور بے قرار تھا۔ لیکن اسلام کو چھوڑنا میرے لئے نہایت مشکل تھا۔ جان دینا مجھے منظور تھا، لیکن اسلام کو چھوڑنا نامنظور۔ اِسی طرح مَیں کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ اور اِس تلاش میں رہا کہ اگر کوئی بھی سہارا مجھے مل جائے تو مَیں اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اِسی نیّت سے احادیث کا سہارا ڈھونڈنے لگا مگر ایک بھی نہ ملی۔

---

[a] اب آپ اِس تعلیم کا انجیل جلیل، یوحنا 16:3 سے مقابلہ کریں۔ تب آپ کو معلوم ہو گا کہ نجات کس میں ہے۔

البتّہ ابی ذر ایک حدیث بیان کرتے ہیں جو فرماتی ہے کہ زنا کار اور چور صرف کلمہ پڑھنے سے ہی نجات پاتا ہے۔ وہ یہ ہے،

> ابی ذر نے کہا، مَیں آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ آپ سو رہے تھے، اور آپ پر سفید کپڑا تھا۔ جب مَیں پھر آیا تو آپ جاگتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک بندہ جو لا الہٰ الاّ اللّٰد کہے اور اِس پر مر جائے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ مَیں نے پوچھا، اگرچہ زنا کار یا چور ہو؟ آپ نے فرمایا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو۔ مَیں نے پوچھا، اگرچہ چور یا زانی ہو؟ آپ نے فرمایا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو۔ مَیں نے پوچھا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو؟ آپ نے فرمایا، اگرچہ وہ زناکار یا چور ہو۔ یہ بات ابو ذر کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔[a]

[a]وعن ابی ذر قال اتیت النبی صلعم ثوب ابیض وَھوا نائم ثم اتیتہ وقد استقیظ فقالا ما من عبد قالا لا اِلٰہَ الّا اللہ ثم مات علیٰ ذالک لا دخل الجنۃ قلت وان زنی وسرق قالا وان زنی و سرق قلت وان زنی وان سرق قالا وان زنی و ان سرق قلت وان زنی و ان سرق قالا وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر کان ابو ذر اذا احدث بھذا قالا وان رغم انف ابی ذر متفق علیہ۔

اعمال سے آنحضرت بھی نجات نہیں پا سکتے

ایک اَور حدیث میں مَیں نے پڑھا،

> ابی ذر نے کہا، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز تم میں سے کسی کو اُس کا عمل نجات نہیں دے سکتا۔ لوگوں نے کہا، آپ کو بھی نجات نہیں دے سکتا ؟ آپ نے کہا کہ نہیں، مگر جب خدا مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے۔ چنانچہ مضبوط رہو اور کوشش کرو اور صبح و شام اور ہر وقت عمل میں کوشش کرو۔ [a]

[a] وعن ابی حریرہ قالا قالا رسول اللہ صلعم لن ینج احداً منکم عملہ قالو ولا انت یا رسول اللہ قالا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمہ فسددوا وقار بواوعدو اور وحوا و شیء من الدلجۃ والقصد تبغلوا متفق علیہ۔ (بخاری)

اِن احادیث میں مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ خدا کے رحم کے بغیرکوئی بھی نجات نہیں پا سکتا۔ اِس سے مجھے ایک طرح سے تسلی تو مل گئی، لیکن ساتھ ہی یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ اگر خدا رحیم ہے تو وہ انصاف کرنے والا بھی ہے۔ اگر خدا صرف اپنے رحم سے معاف کر دے تو اُس کا انصاف کہاں رہے گا ؟ اگر اُس کا انصاف کام میں نہ آئے تو خدا کی ذات میں نقص ہو گا۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔

تیسری بات جو مجھے احادیث سے معلوم ہوئی یہ تھی کہ آنخضرت بھی کسی کو نہیں بچا سکتے یہاں تک کہ اپنے رشتے داروں اور اپنی بیٹی فاطمہ کو بھی بچانے سے قاصر ہیں۔ یہ خیال کہ قیامت کے دن آنخضرت شفاعت یعنی لوگوں کی سفارش کریں گے غلط نکلا۔ وہ حدیث یہ ہے،

> راویانِ مذکور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنخضرت پر جب یہ آیت نازل ہوئی، "اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈرا" تو آنخضرت کھڑے ہو کر فرمانے لگے، "اے قریش کے لوگو! اے عبدمناف کے بیٹو! اے عباس عبد المطلّب کے بیٹے! اے صفیہ میری پھوپھی! مَیں تم کو قیامت کے عذاب سے

> نہیں بچا سکتا۔ تم خود اپنی فکر کر لو۔ اے میری بیٹی فاطمہ! تُو میرے مال سے سوال کر سکتی ہے۔ لیکن مَیں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ تُو اپنی فکر آپ ہی کر۔“ [a]

احادیث کی وسیع اور دقیق چھان بین کے بعد مزید انتظار کرنے کا فائدہ نہ تھا۔ مَیں نے مایوسی اور حسرت کے ساتھ احادیث کو بھی بند کر دیا اور دعا کرنے لگا، ”اے خدا، تُو میرا خالق و مالک ہے جو میرے دل کے کُل رازوں سے مجھ سے زیادہ واقف ہے۔ تُو جانتا ہے کہ مَیں بڑی دیر سے تیرے سچے مذہب کی تلاش میں رہا ہوں۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکا مَیں نے تحقیق کی۔ اب تُو مجھ پر اپنے عرفان اور نجات کا دروازہ کھول دے۔ مجھے اُن لوگوں میں شامل کر جو تجھے منظور ہیں تاکہ جب مَیں تیرے حضور آؤں تو سرفراز ہوں۔ آمین۔“

---

[a] حدثنا ابو یمان قال اخبرنا شعیب عن الذہری قال اخبرنی سعید بن المسیب وابو سلمہ بن عبد الرحمٰن ان ابا ھریرہ قالا قام رسول اللہ صلعم حین انزل اللہ وانذر عشیرتک الاقربین۔ قال یا معشر قریش او کلمۃ نحوھا اشترو انفسکم لا اغنی عنجم من اللہ شیئاً یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم شیئاً۔ یا عباس بن عبد المطلّب لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً ویا فطمہ بنت محمد صلعم سلینی ما شئت من مالی ما اغنی عنک من اللہ شیئاً۔ (بخاری، صفحہ 702 مطبوعہ کرزن گزٹ، دہلی)

انجیل میں مجھے نجات مل گئی

اِس حالتِ رنج و الم میں مَیں پھر ایک بار انجیلِ مقدّس کو اُٹھا کر پڑھنے لگا۔ خیال یہ تھا کہ اگر میری تحقیقات میں غلطی رہ گئی ہو تو اُس کی اصلاح ہو جائے۔ اب کی بار انجیلِ مقدّس کھولتے ہی جس آیت پر میری نظر پڑی وہ یہ تھی،

> اے تھکے ماندے اور بوجھ تلے دبے ہوئے لوگو، سب میرے پاس آؤ! مَیں تم کو آرام دوں گا۔ (متی 28:11)

مَیں نہیں کہہ سکتا کہ کس طرح انجیل کا یہ حوالہ کُھل گیا اور اِس آیت پر میری نگاہ پڑ گئی۔ نہ مَیں نے قصداً اِس حوالے کو کھولا تھا اور نہ یہ اتفاقاً ہوا بلکہ یہ خدا کی طرف سے میری سخت محنت اور سچی تحقیقات کا جواب تھا۔ مجھ پر اِس آیت کا بہت بڑا اثر ہوا۔ دل میں تسلی، اطمینان اور سرور پیدا ہو گیا۔ دل کی بے قراری اور اضطراب یک دم غائب ہو گئے۔

اب مَیں کھلے ذہن سے انجیل کا مطالعہ کرنے لگا۔ مَیں نے اُسے شروع سے آخر تک کئی بار پڑھا۔ مجھے سینکڑوں ایسی آیتیں اور بیسیوں ایسی تمثیلیں

ملیں جن کے پڑھنے سے مجھے پورا پورا یقین ہو گیا کہ نجات جو مذہب کا آخری مقصد اور اُس کی جان ہے صرف خداوند عیسیٰ مسیح پر ایمان رکھنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔

اِن تمام تحقیقات کے بعد مَیں نے فیصلہ کیا کہ اب مَیں حضرت عیسیٰ کا پیروکار ہو جاؤں گا۔ مَیں نے یہ بھی مناسب سمجھا کہ اپنی تحقیقات کو اپنی انجمن میں پیش کروں تاکہ اِس پر اگر چاہیں تو بحث بھی کریں اور خفیہ تحقیقات کا الزام میرے سر سے ہٹ جائے۔

مَیں معمول کے مطابق انجمن میں گیا۔ آج پھر منصور کی باری تھی۔ مگر مَیں نے یہ کہہ کر اُن کو روک دیا کہ آج شام کو مَیں خود اسلام کا مخالف ہو کر تقریر کروں گا۔

مَیں نے کھڑے ہو کر اپنی دس سالہ تحقیقات پر تقریر کی۔ حاضرین سن کر دنگ رہ گئے۔ اُنہیں صرف اِس بات کی تسلّی تھی کہ جیسی تقریر مَیں نے کی ہے ویسا ہی جواب بھی دے دوں گا۔ جب مَیں نے اپنی تقریر ختم کر لی اور بیٹھ گیا تو صدرِ ثانی صاحب نے کہا کہ ہم اُمید کرتے ہیں کہ خود صدر صاحب ہی اپنی تقریر کا جواب بھی دے دیں گے۔

مَیں حضرت عیسیٰ کا پیرو کار ہو گیا

تب مَیں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے دوستو، سنو! جو کچھ مَیں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے ظاہری یا مصنوعی نہیں ہے۔ یہ تقریر میری دس سالہ تحقیقات پر مبنی ہے۔ اور خاص کر اُس دن سے جبکہ جناب منصور نے نجات پر لیکچر دیا تھا۔ مَیں نے خدا سے یہ عہد کر لیا تھا کہ آج سے مَیں کتابِ مقدّس کو اِس نیّت سے نہیں پڑھوں گا جس طرح کہ پیشتر پڑھا کرتا تھا۔ بلکہ کھلے ذہن سے، اِس نیّت اور مقصد سے پڑھوں گا کہ سچائی مجھ پر ظاہر ہو جائے۔ تب مَیں اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نجات صرف عیسائی مذہب میں ہی ہے اور بس۔

یہ کہہ کر مَیں وہاں سے چلا گیا، کیونکہ وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا۔ مجھے نکلتے دیکھ کر منصور بھی میرے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ جب میرے پاس پہنچ گئے تو دونوں ہاتھ میرے گلے میں ڈال کر خوشی کے آنسو بہانے لگے اور تھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگے، ”آج رات آپ میرے مکان میں آ کر سوئیں، کیونکہ آپ کا تنہا مکان میں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔“

مَیں نے اُن سے کہا، "میری انجمن کے لوگ شائستہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ اُن سے مجھے کسی قسم کا خوف اور خطرہ نہیں ہے۔ لیکن عوام کا خطرہ ہے، اِس لئے مَیں صبح سویرے اندھیرے ہی میں آپ کے مکان پر آؤں گا۔ اور اگر اُس وقت تک مَیں نہ آیا تو آپ خود میرے پاس تشریف لائیں۔"

یہ کہہ کر ہم دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ مَیں اپنے مکان میں آ کر دروازہ اندر سے بند کر کے چراغ بُجھا کر فکروں میں مبتلا بیٹھ گیا۔ مَیں اُس ڈراؤنی رات اور اُس کے روحانی کشمکش کو کبھی نہ بھولوں گا۔

صبح ہوتے ہی منہ ہاتھ دھو کر مَیں منصور صاحب کی طرف روانہ ہوا۔ جب مَیں اُن کے مکان پر پہنچا تو وہ میرے انتظار میں پریشان تھے۔ اُن کو معلوم تھا کہ مجھے چائے پینے کی سخت عادت ہے۔ چائے تیار رکھی تھی۔ چائے پی کر مختصر بات چیت کے بعد 5 ہم دعا میں مشغول ہوئے۔ دعا کے بعد پادری کینن لیجرڈ صاحب کے بنگلے پر گئے۔

پادری صاحب ہماری اِس بے وقت آمد سے حیران ہوئے، لیکن دفتر میں جاتے ہی منصور صاحب نے اُن سے کہا کہ مولوی صاحب بپتسمہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ پہلے تو پادری صاحب نے اِس کو ایک مذاق سمجھا، لیکن جب

اُن کے سامنے گزری رات کا واقعہ بیان کیا تو بے اختیار اُٹھ کر گلے لگا کر کہنے لگے، "مجھے یقین تھا کہ اگر آپ نے غور سے کتابِ مقدّس کو پڑھا تو ضرور حضرت عیسیٰ کے پیروکار ہو جائیں گے۔ اب خدا کا شکر ہے کہ آپ اِس کے قائل ہو گئے۔"

یہ کہہ کر اُنہوں نے تین روز کے بعد بپتسمہ دینے کا وعدہ کیا۔ وہ کہنے لگے، "اب مَیں آپ کو واپس جا کر مسلمانوں میں رہنے کا مشورہ نہیں دیتا۔ یا تو آپ میرے ساتھ رہیں یا منصور صاحب کے ساتھ۔" مَیں منصور صاحب کے ساتھ رہنے کے لئے راضی ہوا۔

جب اتوار کا دن آیا تو ساری عبادت گاہ مسلمانوں سے بھر گیا۔ اِس خطرے کو دیکھ کر پادری صاحب نے بپتسمہ ملتوی کر دیا۔ آخرکار خدا کے فضل اور کرم سے 6 اگست 1903ء کو میرا بپتسمہ سینٹ پالز چرچ میں ہو گیا۔

ناظرین! جب مَیں عیسائی ہو کر اللہ کی قوم میں داخل ہو گیا تو ایک عجیب انقلاب مجھ میں پیدا ہوا۔ میرا پورا چال چلن بدل گیا۔ یہاں تک کہ ایک سال کے بعد جب مَیں چند دنوں کے لئے بمبئی گیا تو خود وہاں کے مسلمانوں

نے میرے حق میں یہ کہا، "یہ آدمی بالکل بدل گیا ہے۔ یہ کس قدر غصیلا اور اب کس قدر حلیم ہو گیا ہے۔"

اگرچہ مَیں پہلے بھی گناہ کو گناہ سمجھتا تھا، لیکن اُس کو اِس قدر خطرناک اور مُہلک نہیں سمجھتا تھا جس قدر کہ اب سمجھتا ہوں۔ اب بھی مَیں ایک کمزور انسان ہوں اور مجھ سے اکثر سہواً خطائیں سرزد ہوتی ہیں، لیکن ساتھ ہی جس قدر رنج اور غم، شرم اور افسوس میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں مَیں بیان نہیں کرسکتا۔ اُسی وقت منہ کے بل گر کر زار زار رو کر توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ یہ بات ربّنا المسیح کے کفارہ کے سوا اَور کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

گناہ صرف توبہ ہی سے دُور نہیں ہو سکتا بلکہ لازم ہے کہ ہمارے آقا کے مقدّس خون سے صاف کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا آئے دن گناہ کو ایک معمولی بات سمجھ کر ہلاکت کے قریب ہوتی جا رہی ہے۔